قرأت میں جہر اور سر کے مسائل

جہری اور سری قرأت کی حکمت:

سوال: عیدین، جمعہ، مغرب، عشاء اور فجر میں امام صاحب زور سے قرأت کرتے ہیں اور ظہر وعصر میں ایسا نہیں ہوتا، کیا اس میں کوئی خاص بات مضمر ہے؟ (سید عبدالعزیز، محمد مقبول، محمد سلیم، گولکنڈہ)

الجواب

اصل یہ ہے کہ شریعت میں جس بات کا حکم دیا گیا ہے، اس کو بے چون و چرا اور مصلحت وحکمت جانے بغیر ہی ہر مسلمان کو قبول کرنا چاہئے، خاص کر جو احکام عبادات سے متعلق ہیں، ان میں عقل وقیاس کو کوئی دخل نہیں؛ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ کا کوئی حکم حکمت سے خالی ہو، شریعت کا ہر حکم عقل ودانش پر مبنی ہے؛ لیکن جیسے ہماری نگاہ اور ہماری سماعت کا دائرہ محدود ہے، ہم قریب ہی کی آواز سن سکتے ہیں اور فرلانگ اور دو فرلانگ کی دوری ہی کو دیکھ سکتے ہیں، اسی طرح ہماری عقل بھی کوتاہ اور محدود ہے اور وہ مصالح غیبی کو سمجھنے سے عاجز ہے، اس لئے شریعت کی کوئی بات خلاف عقل تو نہیں، لیکن بہت سی باتیں عقل سے ماوراء ضرور ہیں، پس ایسے مسائل میں بے فائدہ تجسس سے اجتناب ہی بہتر ہے۔(۱)

ویسے بہ ظاہر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دن کا وقت شور وشغب کا ہوتا ہے اور اس میں ذہنی یکسوئی بھی نہیں ہوتی، اس لئے ظہر وعصر کی نماز میں تلاوت آہستہ رکھی گئی، رات کا وقت سکوت وسناٹے اور ذہنی وقلبی یکسوئی اور فراغ کا ہوتا ہے، اس لئے اس وقت بلند آواز میں تلاوت کا حکم دیا گیا اور فجر کا وقت جو سب سے زیادہ قلبی نشاط کا ہے، اس میں تلاوت بھی طویل رکھی گئی، جن نمازوں میں بڑا اجتماع ہوتا ہے، یعنی عیدین، جمعہ وغیرہ، ان میں خصوصی طور پر دعوتی نقطۂ نظر سے قرأت کا حکم دیا گیا اور شاید اس لئے بھی کہ بڑے مجمع کو پُرسکون رکھنے اور لوگوں کے خاطر کو جمع رکھنے کی غرض سے بلند آواز ہی مناسب تھی۔(۲) (کتاب الفتاویٰ: ۱۹۱/۲-۱۹۲) ☆

---

(۱) الفعل الخالی عن الحکمة عبث والعبث لایلیق بالحکیم. (المحصول للرازی، المسئلة الخامس الدلیل العقلی: ١٠٤/٦، مؤسسة الرسالة. انیس)

(۲) الجواب الأقرب واللّٰہ أعلم: أن الحکمة فی ذلک أن النهار محل العمل ومحل الأخذ والعطاء ==

منفرد نماز میں قرأت جہری کرے یا سری:

سوال: اگر کوئی شخص کسی وجہ سے مسجد میں نہ جاوے؛ گھر میں نماز پڑھے، تو اس کو آواز سے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

== والإجتماع فالسر أجمع للقلب،إذا قرأ سراً أجمع لقلبه وأخشع لقلبه حتى يتدبر والليل محل الخلوة في البيت مع الأهل ومحل خلوة بالله عزوجل إذا جهر كان أنشط له وأقرب إلى انتفاعه بالقراء ة وأبعد عن النوم فهو في الليل يقرأ جهرة ليتدبر كتاب الله ولينشط في قراء ته ويجمع قلبه على ذلك لأن ماحوله هادىء فليس عنده مشاغل فيرفع صوته حتى يجمع قلبه ويقرأ كلام الله ويتدبره عن صوت مرفوع رفعاً لا يشق عليه ولا يؤذي من حوله إذا كان حوله نوام أو مصلون أو قراء لا يرفع رفعاً يؤذيهم ويشق عليهم لكن رفعاً خفيفاً أما إذا كان أحد فيكون رفعه وسطاً يطرد الشيطان ويعين نفسه على النشاط والتدبر ... لكن يغلب على الظن والله أعلم أن هذه الأوقات يكون فيها الاستماع متيسراً والفهم في المغرب والعشاء والفجر فينتفع المأمومون بالقراء ة بخلاف الظهر والعصر فإنها أوقات مشاغل بحاجات الدنياوقد لايكون عندهم من الاستماع والإنصات والفهم ما عندهم في المغرب والعشاء والفجر فمن حكمة الله أن جعل القراء ة سرية حتى يتأمل هذا ويتأمل هذا ، الإمام يقرأ ويتأمل،والمأموم كذلك،بخلاف المغرب والعشاء فإن مجيء الليل وأول النهار وقت الراحة ووقت الهدوء فالأقرب والله أعلم أن يتيسر لهم من الاستماع و الإنصات و الاستفادة ما لا يتيسر لهم في الصلاتين النهاريتين : الظهر والعصر، والحكمة في هذا لله سبحانه هو أحكم وأعلم جل وعلا هو الحكيم العليم سبحانه وتعالىٰ في ذلك.

لكن الأقرب والله أعلم أن هذا هو السر في الجهر في المغرب والعشاء في الأولىٰ والثانية والجهر في الفجر والجهر في الجمعة لأنه صلاة يجتمع فيها الناس من كل مكان، من الحكمة أن يجهر فيها بالقراء ة حتى يستمعوا ويستفيدوا وهكذا في صلاة العيد وصلاة الاستسقاء لأنها صلوات يحصل فيها الاجتماع والكثرة فمن رحمة الله أن شرع فيها الجهر.(فتاویٰ نورعلى الدرب لابن بازبعناية الدكتور محمدبن عسر الشويعر،بيان الحكمة من أن صلوات اللليل جهرية:۸/۲۲۱-۲۲۲.انيس)

☆ سری وجہری قرأت کی مصلحت:

سوال: ظہر،عصر کی نماز بالسر کیوں پڑھی جاتی ہیں اور مغرب وعشا اور فجر کی نمازیں بالجہر کیوں پڑھی جاتی ہیں؟

هو المصوب

سر اور جہر کا اصلاً تو یہی حکم ہے، ہم اس کے مکلّف ہیں، عام مصلحت یہ ہے کہ رات کے وقت شور ہنگامہ ختم ہو جاتا ہے اور سکون ہو جاتا ہے، تو بلند آواز سے پڑھنا زیادہ موزوں ہے، دن میں شور و ہنگامہ رہتا ہے، آوازیں بلند ہوتی رہتی ہیں تو اس وقت سراً پڑھنا زیادہ موزوں رہتا ہے۔(و السر في مخافة الظهروالعصرأن النهارمظنة الصخب واللغط في الأسواق والدوروأما غيرهما فوقت هدوء الأصوات والجهرأقرب إلىٰ تذكرالقوم واتعاظهم.(حجة الله البالغة:۲/۱۵)

تحریر: محمد ظہور ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۶۶)

الجواب

منفرد کے لئے نماز جہری میں جیسے مغرب وعشا وصبح میں جہر افضل ہے، پس صورت مسئولہ میں آواز سے پڑھنا درست ہے، بلکہ افضل ہے۔(۱) البتہ ترک جماعت بلاعذر شرعی گناہ ہے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۵۸-۲۵۹) ☆

نماز کی تکبیرات میں منفرد کے لئے جہر کا حکم:

سوال: مسئلہ بہشتی گوہر (جدید) ص ۳۶، فجر، مغرب، عشاء کے وقت پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دوسری سورۃ اور ”**سمع اللّٰه لمن حمده**“ اور سب تکبیریں امام بلند آواز سے کہے، اور منفرد کو قرأت میں تو اختیار ہے، مگر ”**سمع اللّٰه لمن حمده** “ اور تکبیریں آہستہ کہے، اور ظہر کے وقت امام صرف ”**سمع اللّٰه لمن حمده**“ اور سب تکبیریں بلند آواز سے کہے اور منفرد آہستہ اور مقتدی ہر وقت تکبیریں وغیرہ آہستہ کہے۔ (شامی:۱/۴۹۵)

اس مسئلہ میں منفرد کو قرأت میں سر اور جہر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، تین وقتوں میں (یعنی فجر، مغرب، عشاء) مگر **سمع اللّٰه لمن حمده** اور سب تکبیریں آہستہ کہنے کو لکھا ہے، شبہ یہ ہے کہ پرانے بہشتی گوہر میں تکبیر وغیرہ کا اختیار مطلقاً لکھا ہے خواہ آہستہ کہے یا جہراً کہے اور چوں کہ اس مسئلہ کے الفاظ تغیر وتبدّل کیا گیا؛ مگر حاشیہ میں کچھ نہیں لکھا کہ

---

(۱) **وإن كان منفردًا فهو مخير إن شاء جهر وأسمع نفسه لأنه إمام في حق نفسه وإن شاء خافت لأنه ليس خلفه من يسمعه والأفضل هو الجهر ليكون الأداء علىٰ هيئة الجماعة.(الهداية،فصل في القراءة: ١٠٥/١)**

(۲) **(والجماعة سنة مؤكدة للرجال)قال الزاهدي:أرادوا بالتأكيد الوجوب.(الدر المختار)**

قال في النهر:إلا أن هذا يقتضي الاتفاق علىٰ أن تركها مرة بلاعذر يوجب إثمًا،الخ.(رد المحتار،باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد،ظفير)(النهر الفائق،باب الإمامة والحدث في الصلاة: ٢٣٨/١.انيس)

☆ منفرد کی نماز میں قراءت واقامت:

سوال: تنہا آدمی مسجد یا مکان یا میدان میں نماز فرض پڑھتا ہے، تو باقراءت وباتکبیر پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب

جہری نمازوں میں اس حالت میں قراءت بالجہر پڑھنا اچھا ہے اور جہر باتکبیر بھی درست ہے، مگر زیادہ جہر نہ کرے، کسی قدر جہر میں کچھ حرج نہیں ہے۔(”**(ويخير المنفرد في الجهر)وهو أفضل ويكتفي بأدناه(إن أدّى)وفي السرية يخافت حتمًا على المذهب**“.(الدر المختار)

(قوله وهو أفضل) ليكون الأداء علىٰ هيئة الجماعة ولهٰذا كان أداءه بأذان وإقامةٍ أفضل.وروى في الخبر:”أن من صلّى علىٰ هيئة الجماعة صلت بصلاته صفوف من الملائكة“.(رد المحتار،باب صفة الصلاة،فصل في القراءة: ٤٩٨/١،ظفير) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۴۸)

فلاں عبارت بڑھائی گئی ہے، جیسا کہ شروع میں ہدایت کی گئی ہے کہ جو عبارت جدید بڑھائی جاوے گی اس کو حاشیہ میں تحریر کر کے بتلا دیا جاوے گا کہ فلاں عبارت بڑھائی ہے، اس لئے تحقیق طلب ہے۔فقط

الجواب

ہاں اس مسئلہ میں بہشتی گوہر سابق سے کچھ عبارت بدلی ہوئی ہے اور اس کی اطلاع حاشیہ میں اس لئے نہیں دی گئی کہ اس اطلاع کا التزام صرف بہشتی زیور میں کیا گیا ہے، بہشتی گوہر میں اس کا التزام نہیں کیا گیا، ملاحظہ ہو! دیباچہ جدید بہشتی گوہر حصہ:۴،ص:۴۳۔

بہشتی گوہر قدیم میں صرف اتنی عبارت تھی کہ منفرد کو اختیار ہے، جس سے جہر تکبیر و تسمیع و تحمید میں بھی اختیار کا ایہام ہوتا تھا، حالانکہ منفرد کو صرف جہر قرأت کا اختیار ہے، تکبیرات و تسمیع وغیرہ کا جہر اس کے لئے مشروع نہیں۔اس لئے اس مرتبہ عبارت میں ترمیم کر دی گئی اور دلیل اس ترمیم کی درمختار مع الشامی بیان سنن الصلوٰۃ،ص:۴۹۵،ج:۱،مطبوعہ ۱۲۹۴ھ میں مذکور ہے۔

ونصه:(وجهر الإمام بالتكبير)بقدر حاجته للإعلام بالدخول والانتقال وكذا بالتسميع والسلام وأما المؤتم والمنفرد فيسمع نفسه.(۱)

اس میں صراحۃً جہر تکبیرات و تسمیع وسلام کو امام کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور منفرد کو اس بارے میں مقتدی کی طرح اخفاء کا حکم کیا گیا ہے اور فصل قراءۃ میں جو کہا گیا ہے:

(ويخير المنفرد في الجهر)وهو أفضل ويكتفي بأدناه(إن أدى)،الخ.(۲)

وہاں صرف جہر بالقرأت میں تخییر مراد ہے، جیسا کہ سیاق سے ظاہر ہے۔فافہم

یکم محرم الحرام ۱۳۴۶ھ (امدادالاحکام:۲/۱۹۲-۱۹۳)

جماعت کی نماز ہو جانے کے بعد آنے والا سری قرأت کرے گا یا جہری:

سوال: فرض با جماعت ختم ہو جانے کے بعد آنے والا شخص اس نماز کو کس طرح ادا کرے گا، جہر کے ساتھ یا سر کے ساتھ؟

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار،باب صفة الصلاة،مطلب في التبليغ خلف الإمام: ۱/۴۷۵،دار الفكر،انيس
... وأن المنفرد ليس بمخير في الصلاة السرية بل يجب الإخفاء عليه، وهو الصحيح.(البحر الرائق،آداب الصلاة: ۱/۳۵۵،دار الكتب الإسلامي.انيس)

(۲) الدر المختار علی صدر رد المحتار،باب صفة الصلاة،فصل في القراءة: ۱/۵۳۳،دار الفكر.انيس

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

اگر نماز جہری ہو، یعنی مغرب، عشا اور فجر تو آہستہ سے پڑھنا اور آواز کے ساتھ پڑھنا دونوں جائز ہے؛ لیکن آواز کے ساتھ پڑھنا افضل ہے؛ مگر اتنی بلند آواز سے نہ پڑھے کہ دوسروں کی نماز میں خلل ہو۔(۱)

(فتاویٰ قاضی مجاہد الاسلام قاسمی:۶۷)

تنہا جہری نماز پڑھنے والا قرأت آہستہ کرے یا بلند آواز سے:

سوال(۱) جہری نماز کی جماعت ہوچکی بعد میں آنے والا شخص جہر کرے یا سر؟

قضا نماز بلند آواز سے پڑھی جائے، یا آہستہ:

(۲) جہری نماز کی قضا دن میں کرے تو قرأت بلند آواز سے کرے یا آہستہ؟ اسی طرح دن کی سری نماز کی قضا رات میں کرے، تو قرأت بلند آواز سے ہوگی یا آہستہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

(۱) جو شخص جماعت چھوٹ جانے کی وجہ سے اپنی نماز تنہا پڑھے اور نماز جہری قرأت والی ہو تو اس شخص کو (خواہ وقت کے اندر پڑھے یا دن میں قضا کرے) بہرصورت اختیار ہے، چاہے تو قرأت جہری کرے، یا سری؟ لیکن افضل یہ ہے کہ شخص مذکور قرأت جہری ہی کرے؛ تاکہ ادا نماز بہ شکل جماعت ہو۔

”وإن كان منفردًا فهو مخير إن شاء جهر وأسمع نفسه لأنه إمام في حق نفسه وإن شاء خافت لأنه ليس خلفه من يسمعه والأفضل هو الجهر ليكون الأداء علىٰ هيئة الجماعة“.(الهداية: ۱۱۵/۱)(۲)

اگر جہری نماز جماعت کے ساتھ قضا کی جائے خواہ رات میں ہو یا دن میں تو قرأت جہری ہوگی، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں فجر کی نماز سورج طلوع ہونے کے بعد جہراً ادا کی تھی،(۳) اور اگر سری نماز رات میں بھی ادا کی جائے تو قرأت سری ہی ہوگی، خواہ جماعت کے ساتھ ادا کی جائے یا تنہا۔

(۱) یعنی قرآن کی قراءت جہری نماز میں جہر کے ساتھ اور سری میں آہستہ کرے۔انیس

”وإن كان منفردًا فهو مخير إن شاء جهر وأسمع نفسه لإنه إمام في حق نفسه وإن شاء خافت لأنه ليس خلفه من يسمعه والأفضل هو الجهر ليكون الأداء علىٰ هيئة الجماعة“.(الهداية،فصل في القراءة: ۳۴۷/۱-۳۴۸،طبع پاکستان)

(۲) الهداية شرح بداية المبتدي، كتاب الصلاة،باب القراءة: ۴۵/۱،دار إحياء التراث الإسلامي بيروت/وكذا في منحة السلوك شرح تحفة الملوك،فصل في القراءة: ۱۰۲/۱،وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية قطر.انيس

(۳) عن أبي هريرة قال:لما قفل رسول الله صلى الله عليه وسلم فنام،فلم يستيقظ أحد منهم ==

’’ومتى قضى الفوائت إن قضاها بجماعة فإن كانت صلاة يجهر فيها يجهر فيها الإمام بالقراءة وإن قضاها وحده يتخير بين الجهر والمخافتة والجهر أفضل كما فى الوقت ويخافت فيما يخافت فيه حتمًا ‘‘. (الفتاوى الهندية : ۱۲۱/۱)(۱)فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی ۔۴/۴/۱۴۱۵ھ ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۳۹۸/۲) ☆

نوافل میں جہر کا حکم جب کہ انھیں سراً شروع کیا ہو:

سوال: جس شخص نے نماز نفل آہستہ پڑھنی شروع کی پھر زور سے پڑھنے کو جی چاہتا ہے تو درمیان نماز سے زور سے پڑھنا درست ہوگا، یا نہیں؟ والسلام

== وكان أولهم استيقاظاً النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: أى بلال، فقال بلال: بأبى أنت يارسول اللّٰه أخذ بنفسى الذى أخذ بنفسك، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: اقتادوا، ثم أناخ فتوضأ فأقام الصلاة ثم صلى مثل صلاته للوقت فى تمكث ثم قال: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِیْ﴾. (طٰه: ۱٤). (سنن الترمذى، كتاب التفاسير، باب ومن سورة طٰه، (ح: ۳۱٦۳) وقال الترمذى: هذا حديث غير محفوظ، رواه غير واحد من الحفاظ عن الزهرى عن سعيد بن المسيب عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ولم يذكروا فيه عن أبى هريرة، وصالح بن الأخضر يضعف فى الحديث ضعفه سعيدبن القطان وغيره من قبل حفظه)

قال الألبانى: أخرجه مسلم وأبوداؤد، وعنه أبوعوانة وكذا البيهقى وابن ماجة والسراج فى مسنده من طرق عن ابن شهاب عن سعيدبن المسيب عنه ورواه مالك عن ابن شهاب عن سعيد مرسلاً والصواب الموصول لاتفاق جماعة من الثقات عليه وهم يونس ومعمر وشعبان وتابعهم صالح بن الأخضر عند الترمذى وللنسائى منه الجملة الأخيرة من طريق يونس وابن اسحاق ومعمر وله طريق أخرى عن أبى هريرة بلفظ : من نسى صلاة فوقتها إذا ذكرها، قال اللّٰه عزوجل: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِیْ﴾. (طٰه: ۱٤) (إرواء الغليل فى تخريج أحاديث منار السبيل، حديث: من نام عن صلاة أونسيها: ۲۹۲/۱، المكتبة الإسلامى بيروت. انيس)

(۱) الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت، دارالفكر. انيس

☆ جہری نماز کی قضا دن میں باجماعت کی جائے تو جہر واجب ہے:

سوال: اگر کسی جماعت کی جہری نماز قضا ہوگئی، اب وہ دن میں اس نماز کو ادا کرنا چاہتے ہیں، تو امام قراءت بالجہر کرے گا، یا بالسر؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

مسئولہ صورت میں امام پر جہر واجب ہے۔

قال فى التنوير: ويجهر الإمام فى الفجر وأوليى العشائين أداءً وقضاءً وجمعة وعيدين و تراويح ووتر بعدها. (رد المحتار: ٤۹۷/۱) (التنوير متن الدر المختار على صدر ردالمحتار، باب صفة الصلاة، فصل ويجهر الإمام، الخ: ۵۳۲/۱، دارالفكر، انيس) فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم

غرۂ رجب ۱۳۹۷ھ ۔ (احسن الفتاویٰ: ۸۰/۳)

الجواب

اگر نفلیں دن میں پڑھ رہا ہے تو جہر نہ کرے اور اگر رات میں پڑھ رہا ہے تو جہر جائز ہے؛ خواہ ابتدا سے جہر کر رہا ہو، یا وسط میں شروع کر دے، ہر طرح اجازت ہے۔

قال فی مراقی الفلاح: والمنفرد بفرض مخیر فیما یجهر الإمام فیه کمتنفل باللیل فإنه مخیر ویکتفی بأدنی الجهر آه والجهر أفضل مالم یؤذ نائمًا ونحوه کمریض ومن ینظر فی العلم.(۱)

اور اس کا قیاس اس صورت پر صحیح نہیں کہ نفل کو قیام کے ساتھ شروع کرنے سے پھر قعود جائز نہیں رہتا؛ کیونکہ وہاں قیام رکن صلوٰۃ ہے اور قعود سے اقویٰ ہے اور قعود قائم مقام قیام کے رخصۃً ہے نوافل میں اور یہاں نوافل لیل میں سر یا جہر کوئی واجب نہیں، بلکہ دونوں مخیّر فیہ اور مساوی ہیں اور نہ سر اقویٰ ہے؛ جہر سے، بلکہ بعض دلائل سے نوافل لیل میں جہر کی افضلیت معلوم ہوتی ہے، لہٰذا انتقال من الاقویٰ الی الادنیٰ نہ ہوگا؛ بلکہ انتقال مساوی سے مساوی کی طرف یا غیر افضل سے افضل کی طرف ہوگا، پس صحت میں کیا شبہ ہے اور ہدایہ وغیرہ میں جو یہ جزئیہ ہے۔

"(لو ترک سورة أولیی العشاء) ... (قرأها وجوبًا) ... (مع الفاتحة جهرًا فی الأخریین)لأن الجمع بین جهر ومخافة فی رکعة شنیع.(۲)

یہ جزئیہ جماعت و امام کے ساتھ مخصوص ہے؛ کیوں کہ جہر اسی پر واجب ہے؛ نہ منفرد پر، خصوصاً منفرد فی النوافل پر تو جہر واجب ہے ہی نہیں۔

وصرح فی الهدایة فی باب سجود السهو بأن الجهر والمخافة من خصائص الجماعة.(۳)

پس جماعت میں "**جمع بین الجهر والسر فی رکعة**" مکروہ ہے، نہ انفراد میں۔ واللہ اعلم

۱۸/ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ (امدادالاحکام: ۱۸۲/۲-۱۸۳)

---

(۱) مراقی الفلاح شرح نورالإیضاح،فصل فی واجب الصلاة: ۹۵،المکتبة العصریة.انیس

(۲) الدرالمختارعلٰی صدرردالمحتار،باب صفة الصلاة،فصل ویجهر الإمام قبل باب الإمامة: ۵۳۵/۱-۵۳۶،انیس

... لأن الجمع بین الجهر والمخافتة فی رکعة واحدة غیرمشروع،الخ.(بدائع الصنائع،کتاب الصلاة،فصل بیان محل سجود السهو: ۱۷۲/۱،دارالکتب العلمیة.انیس)

(۳) الهدایة،باب سجود السهو: ۷٤/۱،دارإحیاء التراث الإسلامی بیروت.انیس

قال:وأکره أن یصلی القوم التطوع جماعة إلا فی قیام رمضان خاصة لأن رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یؤد التطوعات بالجماعة مع حرصه علی أداء الصلاة بالجماعة ولأنه لایؤذن ولایقام ولأن الإخفاء فی التطوعات سنة.(النکت للسرخسی،باب من صلاة التطوع أن تستقیم بإمام واحد: ۱٦۹/۱،عالم الکتاب بیروت)

وقد أفاد أن المتنفل بالنهار یجب علیه الإخفاء مطلقاً والمتنفل باللیل مخیر بین الجهر والإخفاء إن کان منفرداً،أما إن کان إماماً فالجهر واجب کماذکره الشارح،الخ.(البحرالرائق،آداب الصلاة: ۳۵۵/۱.انیس)

جہری نماز میں امام کو جہر کرنے کا حکم:

سوال: ایک شخص عشا کی فرض نماز تنہا پڑھ رہا تھا دوسرے شخص نے آ کر اس کی اقتدا کر لی، امام نے نماز میں جہر نہیں کیا، تو نماز ہوئی یا نہیں؟ کیا امام کو جہری نماز میں جہر کرنا ضروری ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

امام نے اگر امامت کی نیت کر لی، تو جہر کرنا ضروری تھا، لیکن اگر امامت کی نیت نہیں کی، تو جہر ضروری نہیں، لہٰذا نماز ہوگئی، امام کو جہری نماز میں جہر کرنا واجب اور ضروری ہے۔

ملاحظہ ہو! درمختار میں ہے:

(ویجهر الإمام) وجوبًا بحسب الجماعة، فإن زاد عليه أساء، ولو ائتم به بعد الفاتحة أو بعضها سرًا أعادها جهرًا، بحر، لكن في آخر شرح المنية: ائتم به بعد الفاتحة، يجهر بالسورة إن قصد الإمامة وإلا فلا يلزمه الجهر. (الدر المختار)

وفي الشامية: (قوله إن قصد الإمامة الخ) عزاه في القنية إلىٰ فتاویٰ الكرماني، ووجهه أن الإمام منفرد في حق نفسه، ولذا لا يحنث في لا يؤم أحدًا مالم ينو الإمامة، ولا يحصل ثواب الجماعة إلا بالنية. (۱)

طحطاوی میں ہے:

ويجب جهر الإمام الواجب منه أدناه وهو أن يسمع غيره، ولو واحدًا وإلا كان إسرارًا. (۲)

امداد الفتاح میں ہے:

ويجب جهر الإمام بقراءة ركعتي الفجر وقراءة أوليي العشائين للمواظبة عليه. (۳)

بہشتی گوہر میں ہے:

اگر کوئی شخص تنہا فجر، یا مغرب، یا عشا کا فرض آہستہ آواز سے پڑھ رہا ہو، اسی اثنا میں کوئی شخص اس کی اقتدا کرے، تو اس میں دو صورتیں ہیں:

(۱) ایک یہ کہ یہ شخص دل میں قصد کرے کہ میں اب امام بنتا ہوں؛ تاکہ نماز جماعت سے ہو جاوے۔

(۲) دوسری صورت یہ کہ قصد نہ کرے؛ بلکہ بدستور اپنے کو یہی سمجھے کہ گو یہ میرے پیچھے آ کھڑا ہوا؛ لیکن میں امام

---

(۱) ردالمحتار، باب صفة الصلاة، فصل ويجهر الإمام، الخ: ۵۳۲/۱، فصل في القراءة، سعيد

(۲) الطحطاوي علىٰ مراقي الفلاح: ۲۵۲، فصل في بيان واجبات الصلاة، قديمي

(۳) إمداد الفتاح: ۲۷۸، فصل في واجبات الصلاة

نہیں بنتا، بلکہ بدستور تنہا پڑھتا ہوں، پس پہلی صورت میں تو اس پر اسی جگہ سے بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے، پس اگر سورۂ فاتحہ یا کسی قدر دوسری سورت بھی آہستہ آواز سے پڑھ چکا ہو، تو اس کو چاہئے کہ اسی جگہ سے بقیہ کو بلند آواز سے پڑھے، اس لئے کہ امام کو فجر ومغرب وعشا کے وقت بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے، دوسری صورت میں بلند آواز سے قرأت کرنا واجب نہیں ہے اور اس مقتدی کی نماز بھی درست رہے گی؛ کیونکہ صحت صلوۃ مقتدی کے لئے امام کا نیت امامت کرنا ضروری نہیں۔ (اصلی بہشتی گوہر، گیارواں حصہ:۵۸، مقتدی اور امام کے متعلق مسائل، مسئلہ:۲۰، المدنیہ لاہور) واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دار العلوم زکریا:۲/۲۶۸-۲۶۹)

امام کے لیے جہر بالتکبیر سنت ہے، واجب نہیں:

سوال: اگر امام کے سہو نے تکبیرات انتقالات میں کسی تکبیر کو جہر سے نہ کہا؛ خفیۃً کہا، اس سے سجدۂ سہو لازم آوے گا، یا نہیں؟

الجواب

نہیں؛ کیوں کہ امام کو جہر کرنا تکبیرات کا سنت ہے۔

كذا فى الدر المختار فى سنن الصلاة، حيث قال: و جهر الإمام بالتكبير. (۱) **فقط**

۱۶/ شعبان ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ، صفحہ:۳۸) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۲۰۶)

(۱) تنوير الأبصار علىٰ صدر رد المحتار، باب صفة الصلاة، سنن الصلاة، مطلب فى التبليغ خلف الإمام: ۱/ ٤٧٥، انيس

☆ **تعلیم وتربیت کے لئے بچہ کا جہراً ظہر ادا کرنا:**

سوال: ایک طالب علم امامت کے فرائض انجام دے اور ظہر کی نماز بآواز بلند پڑھے؛ تا کہ دوسرے بچے جو اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، ان کو معلوم ہو جائے کہ کس رکن میں کیا پڑھنا ہے، تو کیا اس طرح نماز پڑھانا جائز ہے؟

(سید غازی الدین خان، ملک پیٹ)

الجواب

اگر یہ نابالغ بچے ہوں اور امامت کرنے والا بچہ بھی نابالغ ہو تو از راہ تربیت نماز ظہر اور آہستہ پڑھے جانے والے اذکار کو زور سے پڑھنے کی گنجائش ہے؛ کیونکہ نابالغ احکام شرعیہ کے مکلّف نہیں ہیں اور ان بچوں کے حق میں یہ نمازیں بھی نفل کے درجہ میں ہیں اور نفل نمازوں میں بہ مقابلہ فرض نمازوں کے احکام کے اعتبار سے زیادہ وسعت ہے،---سلف صالحین سے بھی تعلیم وتربیت کے مقصد سے گاہے گاہے آہستہ پڑھے جانے والے اذکار کو زور سے پڑھنا ثابت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک بار انہوں نے ''ثناء'' کو جہر کے ساتھ پڑھا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک موقعہ پر ''تعوذ'' کو زور سے پڑھنا منقول ہے۔ (دیکھئے: زاد المعاد:۱/۲۷۵-محشی) (ولكن صح عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه أنه كان يستفتح به فى ==

قرأت وتکبیر میں جہر کی مقدار:

سوال: نماز پڑھانے میں امام کا قرأت کرنا اور بعض تکبیرات کو اس طرح جہر سے بولنا کہ مسجد سے باہر سڑک تک سنائی دے اور بعض تکبیرات کو اس طرح بولنا کہ دوسری تیسری صف والے بھی نہ سنیں۔ مثلاً تکبیر رکوع آہستہ آواز سے اور تکبیر قومہ بہت زور سے اور تکبیر سجود آہستہ اور تکبیر جلسہ پکار کے۔ ایسا کرنا سنت ہے یا بدعت یا کیا ہے؟ کیا اسی طرح سے کوئی تکبیر اونچی اور کوئی نیچی قرون ثلثہ سے ثابت ہے یا اختراعی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

امام کو قرأت اور تکبیرات کے جہر میں طریق اوسط کو اختیار کرنا چاہیے اور قدر حاجت کے موافق جہر کرنا چاہیے اور یہ فرق اور تفاوت مابین التکبیر ات کے کہ بعض کو جہر مفرط سے ادا کرنا اور بعض میں قدر حاجت سے بھی کم کر دینا مذموم اور بے اصل ہے، شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں۔ (۱)

صرف سلام میں فقہا نے یہ لکھا ہے کہ دوسرے سلام کو پہلے سلام سے کچھ پست آواز سے کہے۔

کمافی الدر المختار: وسنّ جعل الثانی أخفض من الأول. (۲)

پس ماسوا، اس کے اور کسی جگہ جہر میں تفاوت درجات نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱۷۹/۲-۱۸۰) ☆

== مقام النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ویجهر به ویعلمه الناس. (زادالمعاد فی هدی خیر الأنام، فصل فی هدیه صلی اللّٰه علیه وسلم فی الصلاة: ۱۹۸/۱، مؤسسة الرسالة بیروت)/ وإنما یتعوذ المصلی فی نفسه إماماً کان أو منفرداً لأن الجهر بالتعوذ لم ینقل عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ولو کان یجهر لنقل نقلاً مستفیضاً والذی روی عن عمر رضی اللّٰه عنه أنه جهر بالتعوذ تأویله أنه کان وقع إتفاقاً لا قصداً أو قصد تعلیم السامعین أن المصلی ینبغی أن یتعوذ کما نقل عنه الجهر بثناء الإفتتاح. (المبسوط للسرخسی، کیفیة الدخول فی الصلاة: ۱۳/۱، دار المعرفة بیروت. انیس)

آپ نے بعض دفعہ "آمین" زور سے کہی ہے، اس کے بارے میں حدیث کے راوی حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں:

"ما أراه إلا لیعلمنا". (التعلیق الحسن علیٰ اٰثار السنن: ۱۸۷/۱، حدیث نمبر: ۳۷۷، ط: گجرانوالہ)

میرے خیال میں حضور کا یہ عمل تعلیم کی غرض سے تھا۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۲۳/۳-۱۲۴)

(۱) "(ویجهر الإمام) وجوباً بحسب الجماعة، فإن زاد علیه أساء". (الدر المختار)

وفی الزاهدی عن أبی جعفر: لو زاد علی الحاجة فهو أفضل، إلا إذا أجهد نفسه أو آذی غیره، قهستانی. (رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة: ۴۹۷/۱)

(وجهر الإمام بالتکبیر) بقدر حاجته للإعلام بالدخول والانتقال، وکذا بالتسمیع والسلام، وأما المؤتم والمنفرد فیسمع نفسه. (الدر المختار)

(قوله بقدر حاجته للإعلام، الخ): وإن زاد کره، ط. قلت: هذا إذا لم یفحش، الخ، ... والزائد علیٰ قدر الحاجة کما هو مکروه للإمام یکره للمبلغ. (رد المحتار، باب صفة الصلاة، سنن الصلاة، مطلب فی التبلیغ خلف الإمام: ۴۴۳/۱، ظفیر)

(۲) تنویر الأبصار متن الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل کیفیة الصلاة، مطلب فی وقت إدراک فضیلة الافتتاح: ۴۹۱/۱، ظفیر ==

سری قرأت کا ادنی درجہ:

سوال: نماز میں قرأت کو قاری نہ سنے تو نماز نہیں ہوتی، بہشتی زیور میں لکھا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ اکثر نمازی اپنے پڑھنے کو بوجہ شور وغل کے نہیں سن سکتا یا بہرا ہے؛ کیونکہ ہر چیز کے دو درجے ہیں، ایک اعلیٰ اور ایک ادنیٰ، مثلاً جہر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ قاری کی قرأت کو دور کے لوگ بھی سن لیں، اور ادنیٰ یہ کہ قریب جو کھڑا ہے وہ سن سکے، اور سری قراءۃ کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ قاری کی قرأت قاری ہی سنے اور دوسرا نہ سنے اگر چہ برابر کھڑا ہو اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ قاری کی زبان اور حلق کو حرکت ہو اور قاری خود نہ سنے مگر قلبی دھیان رہے کہ میں پڑھ رہا ہوں، چونکہ حنفیہ کرام کے یہاں جن نمازوں میں جہر نہیں ہے بہت آہستہ پڑھنا اولیٰ ہے وہ کونسا درجہ ہے ادنیٰ یا اعلیٰ اور اس طرح سے نمازی کے حلق اور زبان کو حرکت ہو اور کان نہ سنے تو نماز ہو جاوے گی یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

فی الدر المختار، فصل فی القراءۃ: "(و) أدنی (الجهر إسماع غیره، و) أدنی (المخافتة إسماع نفسه)". (۱)
اور ردالمحتار میں اس قول کو ہندوانی کی طرف منسوب کر کے اصح وارجح کہا ہے اور چونکہ اس میں احتیاط تھی، لہذا بہشتی زیور کے مؤلف نے اس کو اختیار کیا اور ایک قول کرخی کا ہے، صرف تصحیح حروف کافی ہے، گو خود بھی نہ سنے اور بعض نے اس کی بھی تصحیح کی ہے۔ (کذا فی ردالمحتار) (۲)

☆ قرأت میں آواز کی مقدار:

سوال: بہشتی زیور میں ہے کہ نماز میں الحمد اور سورت وغیرہ اتنی چپکے سے پڑھے کہ اپنی آواز خود اپنے کان کو نہ سنائی دے تو نماز نہیں ہوگی، تو کیا اتنی زور سے نماز پڑھنا کہ اپنے کان کو سنائی دے فرض ہے یا واجب، اگر غلطی سے چپکے سے پڑھ لی پھر خیال آیا تو کیا سجدہ سہو سے نماز ہو جائے گی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

یہ ایک قول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اگر حروف صحیح نکالے تو نماز ہو جائے گی، اگر چہ خود نہ سن سکے، قول اول پر عمل کرنے سے اکثر وہم پیدا ہو جاتا ہے اور اکثر لوگ اسی وہم کی وجہ سے زور زور سے پڑھنے لگتے ہیں، جس سے دوسروں کی نماز میں خلل پیدا ہوتا ہے، اس لیے میرے خیال میں دوسرے قول پر عمل کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲۵ر ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/۷۵)

(۱) الدر المختار علیٰ صدر ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۵۳۴-۵۳۵، انیس

(۲) وبه علم أنه لا إشکال فی کلام الخلاصة، وأنه لا ینافی کلام الهندوانی بل هو مفرع علیه بدلیل أنه فی المعراج نقله عن الفضلی، وقد علمت أن الفضلی قائل بقول الهندوانی فقد ظهر بهذا أن أدنی المخافتة إسماع نفسه أو من بقربه من رجل أو رجلین مثلاً، وأعلاها تصحیح الحروف کما هو مذهب الکرخی، ولا تعتبر هنا فی الأصح. (رد المحتار، کتاب الصلاة، فصل فی القراءۃ: ۱/۵۳۴-۵۳۵، دار الفکر. انیس)

پس احوط تو ہندوانی کا قول ہے، باقی نماز کرخی کے قول پر عمل کرنے والے کی بھی ہوجاوے گی۔(۱) واللہ اعلم

۲۷/ربیع الاول ۱۳۲۵ھ (امداد، اول:۸۸) (امداد الفتاویٰ جدید:۲۳۴/۱-۲۳۵)

سری نمازوں میں اتنا زور سے پڑھنا کہ بغل کا آدمی سن لے کیسا ہے:

سوال: زید جب نماز پڑھتا ہے، تنہا یا با جماعت تو رکوع اور سجدہ وغیرہ کی تسبیحات کو بعض بعض دفعہ اتنی آواز سے پڑھتا ہے کہ دائیں، بائیں بغل کے نمازی بھی سن لیتے ہیں اور اسی طرح سے نماز کی قرأت جو سری ہے، بعض اوقات زید بعض بعض آیات؛ مثلاً! ﴿ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ﴾ وغیرہ اتنی زور سے پڑھتا ہے کہ بغل کے آدمی بھی سن لیتے ہیں، از روئے شرع یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جان بوجھ کر زید کا ایسا کرنا اچھا نہیں، اگر کبھی پڑھتے ہوئے اتفاقاً اس طرح کی آواز زور سے نکل جائے تو کوئی حرج نہیں، لیکن احتیاط کرنا چاہئے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری۔ ۱۹/۴/۱۴۱۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴۰۹/۲)

ضرورت سے زیادہ بلند آواز سے قرأت جائز ہے:

سوال: نماز کے اندر جہری قرأت بآواز بلند قرأت پڑھنا شرعاً درست ہے یا نہیں، اور آیت کریمہ ﴿وَلاَ تَجۡهَرۡ بِصَلٰوتِکَ وَلاَ تُخَافِتۡ بِهَا وَابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلاً﴾ (۳) کا کیا مطلب ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

ضرورت سے زیادہ بلند آواز سے قرأت کرنا جائز ہے، البتہ جہر میں تکلف کرنا یا اتنا جہر کہ نماز میں تشویش کا باعث بنے یا کسی کے لیے باعث ایذا ہو، ناجائز ہے۔

(۱) "وفی الهداية: ۹۸: ثم المخافة أن يسمع نفسه والجهر أن يسمع غيره وهذا عند الفقيه أبی جعفر الهندوانی، وقال الكرخی: أدنی الجهر أن يسمع نفسه وأدنی المخافتة تصحيح الحروف؛ لأن القراءة فعل اللسان وعلٰی هذا الأصل كل ما يتعلق بالنطق. (الهداية، كتاب الصلاة، فصل فی القراءة: ۱۰۶/۱-۱۰۷)

(۲) (و) أدنی (المخافتة إسماع نفسه) ومن بقربه، فلو سمع رجل أو رجلان فليس بجهر، والجهر أن يسمع الكل. (الدر المختار علی ردالمحتار، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة، مطلب فی الكلام علی الجهر والمخافتة: ۲۵۲/۲-۲۵۳)

واضح رہے کہ اگر رکوع اور سجدہ وغیرہ کی تسبیحات کو یا سری نمازوں میں قرآنی آیات کو اتنی آواز سے پڑھتا ہے کہ دائیں، بائیں ایک دو مقتدی سن لیتے ہیں اور سبھی لوگ نہیں سنتے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس لئے کہ یہ صورت سر کی ہے نہ کہ جہر کی، جیسا کہ درمختار کی مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہے۔ [مجاہد]

(۳) سورة بنی اسرائيل: ۱۱۰. انيس

فی الشامیة تحت(قوله فإن زاد علیه أساء):وفی الزاهدی عن أبی جعفر: لوزاد علی الحاجة فهو أفضل،إلا إذا أجهد نفسه أو اٰذی غیره،قهستانی.(رد المحتار: ۴۹۷/۱)(۱)

آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بآواز بلند قرأت فرماتے تو مشرکین سن کر برا بھلا کہتے تھے ،اس پر یہ حکم نازل ہوا کہ معتدل آواز سے قرأت کریں؛ تاکہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سنیں اور مشرکین تک آواز نہ پہنچے،اس سے مطلقاً بلند آواز سے قرأت کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲/رجب ۱۳۹۴ھ۔(احسن الفتاویٰ:۷۸/۳) ☆

نماز میں الفاظ کا زبانی تلفظ ضروری ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین ان مسائل ذیل کے بارے میں کہ!

(۱) اگر ایک نمازی الحمد،تشہد،درود شریف اور دعا پورے دھیان کے ساتھ معنی سمجھتے ہوئے اور ہونٹ بند کئے ہوئے دل میں الفاظ ادا کرے،کیا قرأت وغیرہ دل میں پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے؟

(۱) باب صفة الصلاة،فصل ویجهر الإمام،فصل فی القراء ة: ۵۳۲/۱،دار الفکر بیروت.انیس

☆ **نماز میں غیر معتدل اور ناہموار آواز:**

سوال: امام نماز میں اپنی آواز بلاضرورت بلند کرتا ہو،ایک تکبیر معتدل آواز میں کہتا ہو اور دوسری تکبیر بلند آواز میں، یا قراءت کے وقت ایک دو آیت معتدل آواز میں اور تیسری بلند آواز میں،کیا اس طرح نماز پڑھانا مناسب ہے؟

(سید عبد الرحیم،مانوت،پربھنی)

الجواب

تکبیر انتقال ہو،یا قرآنِ مجید کی قراءت،امام کو اتنی ہی آواز بلند کرنی چاہئے کہ مقتدیوں کو آواز پہنچ جائے،خواہ مخواہ ضرورت سے زیادہ بلند آواز مناسب نہیں۔(**ولا یجهد نفسه فی الجهر.(تبیین الحقائق،فصل الشروع فی الصلاة وبیان إحرامها: ۱۲۷/۱،بولاق.انیس)**

علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ ضرورت سے زیادہ بلند آواز میں قرآن پڑھنا بہتر نہیں۔

"**(ویجهر الإمام)وجوباً بحسب الجماعة،فإن زاد علیه أساء". (الدر المختار: ۷۹۷/۱)(الدر المختار علی صدر رد المحتار،باب صفة الصلاة،فصل ویجهر الإمام،فصل فی القراء ة: ۵۳۲/۱،انیس)**

آواز ایسی ہونی چاہئے کہ جو چاہے وہ آیاتِ قرآنی میں تدبر کر سکے اور اس کو استحضار قلبی حاصل ہو۔(الفتاوی الهندیة: ۷۲/۱)

وإذا جهر الإمام فوق حاجة الناس فقد أساء لأن الإمام إنما یجهر لإسماع القوم لیدبروا فی قراء ته لیحصل إحضار القلب،کذا فی السراج الوهاج.(الفصل الثالث فی سنن الصلاة وآدابها،ط:دار الفکر بیروت.انیس)

اگر آواز میں بہت زیادہ نشیب وفراز اور تار چڑھاؤ ہو تو اس ناہمواری کی وجہ سے استحضار قلبی پیدا نہیں ہو پاتا ہے اور انسان تدبر وتفکر کے موقف میں نہیں رہتا،اس لئے امام صاحب کو تکبیرات انتقال اور قراءت معتدل اور ہموار آواز میں کرنی چاہئے۔

(کتاب الفتاویٰ:۱۲۰/۳-۱۲۱)

(۲) اگر دل میں پڑھنے سے نماز ادا نہیں ہوئی تو وہ کونسا طریقہ ہے کہ ہونٹ بند کئے ہوئے زبان سے الفاظ ادا ہوسکیں؟ آج کل ۹۹ رفیصد نمازی اسی طرح معلوم ہوتے ہیں کہ ان کے ہونٹ نہیں ہلتے، اگر کوئی ایسا طریقہ ہوتو قرآن وسنت کے مطابق لکھوا کر ارسال کریں؛ تاکہ میں بھی بہ آسانی نماز ادا کرسکوں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: نور محمد بوہڑ بازار راولپنڈی، یکم جون ۱۹۷۰ء)

الجواب

(۱) یہ تدبر اور تفکر ہے، لہٰذا اس سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے، فراغت ذمہ کے لئے تلفظ ضروری ہے۔

وفی الهداية: ۹۸/۱: "ثم المخافة أن يسمع نفسه والجهر أن يسمع غيره وهذا عند الفقيه أبی جعفر الهندوانی ... وقال الكرخی: أدنی الجهر أن يسمع نفسه وأدنی المخافتة تصحيح الحروف؛ لأن القراءة فعل اللسان دون الصماخ ... وعلٰی هذا الأصل كل مايتعلق بالنطق". (۱)

(۲) گونگے کے ماسوا کے لئے گنجائش نہیں ہے، آپ مشقت برداشت کریں اور تلفظ کیا کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو دگنا اجر دے گا۔ (لحديث ورد بذلک) (۲)

اور آپ جس طرح گفتگو کرتے ہیں اور مشقت برداشت کرتے ہیں تو اسی طرح نماز میں بھی مشقت برداشت کریں۔ فقط (فتاویٰ فریدیہ: ۲۴۰/۲) ☆

اگرامام جہری نماز میں چند آیتیں سرًّا پڑھ جائے، تو کیا کرے:

سوال: اگر امام جہری نماز میں دو تین آیتیں خفیہ پڑھ جائے، تو یاد آنے پر شروع سے جہراً پڑھے، یا اسی جگہ سے؟ اور سجدہ کرلیوے، یا نہ کرے؟

(۱) الهداية، كتاب الصلاة، فصل فی القراءة: ۱۰۶/۱-۱۰۷) (۵۵/۱، ط: دار إحياء التراث الإسلامی بيروت. انيس)

(۲) عن عائشة قالت: قال رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم: "الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة والذی يقرأ القرآن ويتتعتع فيه وهو عليه شاق له أجران". متفق عليه. (مشكٰوة المصابيح، باب فضائل القرآن: ۱۸۴/۱) / أخرجه الإمام أحمد، مسند الصديقة عائشة بن الصديق (ح: ۲۴۶۶۷) / ومسلم، باب فضل الماهر فی القرآن (ح: ۷۹۸) / وأخرجه البخاری، باب يوم ينفخ فی الصور فتأتون أفواجاً (ح: ۴۹۳۷) بلفظ: مثل الذی يقرأ القرآن وهو حافظ له من السفرة الكرام البررة ومثل الذی يقرأ وهو يتعاهده وهو عليه شديد فله أجران. انيس)

☆ **نماز کے الفاظ تفکر سے نہیں، تلفظ سے ادا کرنا لازمی ہے:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز با جماعت ادا کرتے ہوئے جب تشہد، درود شریف اور دعا وغیرہ کرنی ہوتی ہے، تو زبان سے پڑھتے ہوئے میری زبان سے الفاظ صحیح طریقے سے ادا نہیں ہوتے، بلکہ دل میں پورے دھیان کے ساتھ معنی سمجھتے ہوئے پڑھ سکتا ہوں، تو کیا اس سے نماز ہو جائے گی؟ اگر نہیں تو پھر حضرت میں کیا کروں میں بڑی مشکل میں گرفتار ہوں، اگر زبان سے الفاظ ادا کرتا ہوں، تو کچھ آواز بھی نکلتی ہے جس کی وجہ سے ساتھ والے نمازیوں کو نماز پڑھنے میں خلل آتا ہے، اگر آواز نہ نکالوں تو زبان پر الفاظ تو چڑھتے ہیں، ==

الجواب

ازسرنو جہراً پڑھے، (۱) اور سجدۂ سہو کرے۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/ ۲۵۶-۲۵۷)

فاتحہ کا کچھ حصہ سراً پڑھنے کے بعد نیت امامت کر لی تو فاتحہ کا اعادہ نہ کرے:

سوال: منفرد جہری نماز سراً پڑھ رہا تھا، سورۂ فاتحہ کی قرأت کے درمیان کسی نے اس سے اقتدا کر لی اور اس نے بھی امامت کی نیت کر لی، تو اب سورۂ فاتحہ شروع سے دوبارہ جہراً پڑھے، یا کہ وہیں سے آگے جہراً پڑھنا شروع کر دے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصّواب

اس میں اختلاف ہے، بعض وجوب اعادہ کے قائل ہیں اور بعض وجوب عدم اعادہ کے، قولِ ثانی راجح ہے، لہٰذا اعادہ نہ کرے، بصورت اعادہ چوں کہ قول راجح کی بنا پر ترک واجب عمداً کیا ہے، لہٰذا نماز واجب الاعادہ ہونا چاہیے؛ مگر اختلاف کی وجہ سے ایسی صورت میں یہ فیصلہ مناسب نظر آتا ہے کہ نماز کا اعادہ افضل ہے، واجب نہیں۔

قال فی العلائية: ولو ائتم به بعد الفاتحة أو بعضها سرًّا أعادها جهرًا بحر، لكن فی اٰخر شرح المنية ائتم به بعد الفاتحة، يجهر بالسورة إن قصد الإمامة وإلا فلا يلزمه الجهر. (الدر المختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: (قوله لكن، الخ) استدراک علیٰ قوله ولو ائتم به، وهٰذا قول

== لیکن پتہ نہیں چلتا کہ زبان سے ادا ہوئے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: نور محمد بوہڑ بازار راولپنڈی..... مئی ۱۹۷۰ء)

الجواب

چونکہ تشہد کا پڑھنا واجب ہے، لہٰذا آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ تدبر اور تفکر پر اکتفا نہیں کریں گے، بلکہ اپنی مقدور اور استطاعت کے موافق تلفظ کریں گے، آپ اگر اپنے الفاظ نہ سنیں، لیکن یہ یقین حاصل ہو کہ میں نے زبان سے تصحیح حروف کی ہے، تو یہ بھی کافی ہے۔ (قال العلامة الحصكفي: (و) أدنى (الجهر إسماع غيره، و) أدنى (المخافتة إسماع نفسه. (الدر المختار)

قال ابن عابدين: اعلم أنهم اختلفوا فی حد وجود القراءة علىٰ ثلاثة أقوال: فشرط الهندواني والفضلي لوجودها خروج صوت يصل إلىٰ أذنه، وبه قال الشافعي. وشرط بشر المريسي وأحمد خروج الصوت من الفم وإن لم يصل إلىٰ أذنه، لكن بشرط كونه مسموعًا فی الجملة، حتى لو أدنىٰ أحد صماخه إلىٰ فيه يسمع. ولم يشترط الكرخي وأبو بكر البلخي السماع واكتفيا بتصحيح الحروف. (رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة: ۱/ ۳۹٤) فقط

(فتاویٰ فریدیہ: ۲/ ۲۴۱)

(۱) درمختار میں ہے: (ويجهر الإمام) وجوبًا بحسب الجماعة، فإن زاد عليه أساء، ولو ائتم به بعد الفاتحة أو بعضها سرًّا أعادها جهرًا، بحر. (الدر المختار)

شامی میں ہے: (قوله أعادها جهرًا) لأن الجهر فيما بقي صار واجبًا بالاقتداء، والجمع بين الجهر والمخافة فی ركعة واحدة شنيع بحر. (رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة: ۱/ ٤۹۷، ظفير)

(۲) چونکہ تاخیر ہوئی ہے، اس لئے سجدۂ سہو کرے۔

وتأخير الواجب عن محله وهو موجب لسجود السهو. (رد المحتار، فصل فی القراءة: ۱/ ٤۹۷) ظفير)

اٰخـر،وقد حكى القولين القهستاني حيث قال:إنّ الإمام لوخافت ببعض الفاتحة أوكلها أو المنفرد ثـم اقتدى به رجل أعادها جهرًا كما في الخلاصة،وقيل لم يعد وجهرفيما بقي من بعض الفاتحة أو السورة كـلها أوبـعـضهـا كما في المنية، اهـ ، وعزا في القنية القول الثاني إلٰى القاضي عبد الجبار وفتاوى السعدي، ولعل وجهه أنّ فيه التحرزعن تكرار الفاتحة في ركعة وتأخير الواجب عن محله، وهـومـوجـب لسـجـود السهـوفـكان مكروهًا،وهوأسهل من لزوم الجمع بين الجهر و الإسرارفي ركـعة عـلٰى أن كون ذلك الجمع شنيعًا غيرمطرد لما ذكره في اٰخرشرح المنية أن الإمام لو سها فـخـافـت بـالـفاتحة في الجهرية ثم تذكريجهربالسورة ولايعيد،ولوخافت باٰية أو أكثريتمها جهرًا ولايـعيـد.وفـي القهستاني:ولا خلاف أنه إذا جهربأكثرالفاتحة يتمها مخافة،كما في الزاهدي،اهـ، أي في الصلاة السرّية،وكون القول الأول نقله في الخلاصة عن الأصل كما في البحر،والأصل من كتـب ظاهرالرواية لايلزم منه كون الثاني لم يذكرفي كتاب اٰخرمن كتب ظاهرالرواية،فدعوى أنه ضعيف رواية ودراية غيرمسلّمة،فافهم.(رد المحتار: ٤٩٧/١)(١)فقط والله تعالٰى أعلم

۷؍شعبان ۱۳۹۸ھ۔(احسن الفتاویٰ:۳؍۸۴)☆

(١) باب صفة الصلاة،فصل في القراءة،انيس

☆ جہری نماز میں سورہ فاتحہ کا جہر بھول گیا تو کیا سورہ فاتحہ کا اعادہ کرے گا:

سوال: ایک شخص نماز جہری پڑھ رہا تھا،اس نے رکعت اولیٰ جہر کے ساتھ مکمل کی مگر رکعت ثانیہ میں جہر کرنا بھول گیا، یہاں تک کہ اس نے سورہ فاتحہ پوری کر لی، پھر کسی نے پیچھے سے سبحان اللہ کے ذریعہ لقمہ دیا تو اس نے سورہ جہر سے پڑھی، مگر سجدہ سہو نہ کیا، اس لئے نماز کا اعادہ کیا گیا، پھر دو شخص آئے ان میں سے ایک نے جماعت اولیٰ کی ایک رکعت پائی اور دوسرے نے بالکل ہی نہیں پائی، جب دوسری مرتبہ جماعت شروع ہوئی تو ایک شخص نے کہا کہ: آپ دونوں اپنی نمازیں الگ پڑھیں، اس میں آپ شرکت نہیں کر سکتے، آپ کی نماز نہیں ہوگی، کیا اس قسم کا بھی کوئی مسئلہ ہے؟ برائے مہربانی مطلع فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامدًا ومصليًا مسلمًا: یہ دونوں شخص اعادہ کرنے والی جماعت کے ساتھ اپنی نما زادا کرسکتے تھے؛ کیونکہ صورتِ مسئولہ میں نماز کا اعادہ واجب تھا اور اعادہ کرنے کے بعد دوسری بار پڑھی ہوئی نماز فرض کامل ہوکر واقع ہوتی ہے۔

يـؤخـذ من لفظ الإعادة ومن تعريفها بما مر أنه ينوي بالثانية الفرض،لأن ما فعل أولا هوالفرض فإعادته فـعله ثانيا،أما على القول بأن الفرض يسقط بالثانية فظاهر،وأما على القول الآخرفلأن المقصود من تكريرها ثانيا جبـرنقصان الأولٰى فالأولٰى فرض ناقص،والثانية فرض كامل مثل الأولٰى ذاتاً مع زيادة وصف الكمال،ولوكانت الثـانية نفلاً لزم أن تجب القراءة في ركعاتها الأربع،وأن لا تشرع الجماعة فيها ولم يذكروه،ولا يلزم من كونها فـرضًا عدم سقوط الفرض بالأولٰى؛لأن المراد أنها تكون فرضًا بعد الوقوع،أما قبله فالفرض هوالأولٰى.وحاصله توقف الحكم بفرضية الأولٰى على عدم الإعادة،وله نظائر:==

== کسلام من علیه سجود السهو یخرجه خروجًا موقوفًا و کفساد الوقتیة مع تذکر الفائتة (إلیٰ قوله) ونظیر ذلک القراء ة فی الصلاة،فإن الفرض منها آیة والثلاث واجبة والزائد سنة،وما ذاک إلا بالنظر إلیٰ ماقبل الوقوع،بدلیل أنه لو قرأ القرآن کله فی رکعة یقع الکل فرضًا،وکذا لو أطال القیام أو الرکوع أو السجود.(رد المحتار: ۵۳۶/۱)(کتاب الصلاة،باب قضاء الفوائت،مطلب فی تعریف الإعادة، تنبیه: ۴۸۷/۱، نعمانیة،دیوبند)

تنبیہ: حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی نے بھی یہی لکھا ہے اور دلیل کی روشنی میں یہی راجح بھی معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ علامہ شامی اس پر مصر ہیں؛ لیکن بہت سے علما کا خیال ہے کہ بعد میں آنے والا شخص جو پہلی جماعت میں شریک نہ تھا دوسری جماعت کے ساتھ اپنی فرض ادا نہیں کرسکتا، اگر پڑھا تو نفل ہوجائے گی، فرض الگ پڑھنی پڑھے گی۔

نوٹ: اب علماء ہند کا عمل اور فتویٰ اسی آخری قول پر ہے، حضرت اقدس تھانوی نے بھی اسی طرف رجوع فرمالیا ہے، چنانچہ امدادالاحکام: ۴۷/۱؛ میں ہے کہ!

اس مسئلہ میں اختلاف ہے، وہ یہی ہے کہ نو وارد جماعت میں شریک نہ ہو۔

حضرت مولانا (تھانوی) صاحب مدفیوضہم نے بھی اب اسی کو راجح فرمایا ہے (سوال: امام نے مغرب کی نماز قاعدہ کے موافق تین رکعت پوری کر کے چوتھی رکعت سہواً اور پڑھادی، بعد سلام کے مقتدیوں نے یاد دلایا کہ چار رکعت ہوئی ہیں، امام نے یہ سن کر دوبارہ پھر نماز پڑھادی، سو یہ نماز یقیناً ادا ہوگئی ہوگی، اب اس میں دو بات اور قابل تحقیق ہیں:

(۱) پہلی نماز میں جو لوگ دوسری یا تیسری یا چوتھی رکعت میں آ کر شریک ہوئے تھے وہ بھی اس اعادہ میں شریک ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) جو لوگ اس اعادہ والی نماز میں از سرنو شریک ہوئے ہیں ان کی نماز بھی ہوجاوے گی یا نہیں؟

جواب: اس کے متعلق جزئیہ تو نہیں ملا؛ لیکن قواعد سے اختلاف معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز سے اَدوَن ہونے کی صورت میں اقتدا صحیح نہیں اور صورت مذکورہ فی السوال (جب کوئی واجب ترک ہوا ہو) میں اعادہ کیا جاوے، تو اس میں یہ اختلاف ہے کہ دوسری نماز یا فرض واقع ہوگی یا نماز اول کے جابر ہوتی ہے، اس لئے اعادہ مذکورہ کے وقت کسی نئے آدمی کی اقتدا میں اختلاف ہوگا اور چونکہ مختار قول ثانی ہے، کما صرح فی الدرمع شرحه: ۴۷۶/۱، اس لئے اقتدا نہ کرنا مختار ہوگا اور جس شخص نے چوتھی رکعت میں اقتدا کی ہے، چونکہ اس کی اقتدا صحیح نہیں ہوئی۔ (کما فی الشامی: ۷۸۲/۱)

تتمة: لو اقتدیٰ به مفترض فی قیام الخامسة بعد القعود قدر التشهد لم یصح ولو أعاد إلی القعدة.

اس لئے وہ اس شخص کے مانند ہے جو پہلی نماز میں بالکل شامل نہیں ہوا، اور دوسری تیسری رکعت میں شامل ہونے والوں نے اگر اپنی وہ رکعت جس میں یہ مسبوق ہیں ادا کر لی ہے تب تو جماعت ثانیہ میں شریک ہوجاویں، اور اگر دوسری جماعت کی تیاری سن کر انھوں نے نماز توڑ دی ہے تو وہ بھی نئے اشخاص کے حکم میں ہوں گے، کما لایخفیٰ، واللّٰہ أعلم (امدادالاحکام، کتاب الصلاۃ، فصل فی المسبوق واللاحق: ۴۵۷/۱، مکتبہ دارالعلوم، کراچی) وکذا فی فتاویٰ محمودیہ، کتاب الصلاۃ، باب الجماعۃ: ۴۴۶/۶، ادارہ صدیق، ڈابھیل) واللہ اعلم بالصواب

(فتاویٰ ریاض العلوم: ۵۱۶/۲-۵۱۸)

مقتدی کی شرکت کے بعد بقیہ قرأت کو جہراً پڑھنے کا وجوب اور قرأت مکمل ہونے کے بعد مقتدی کی شرکت پر دوبارہ قرأت کا واجب نہ ہونا:

سوال: اگر اقتدا کیا نمازی کا کسی نے بعد کل یا جزو پڑھ لینے فاتحہ آہستہ کے تو فاتحہ کو جہر سے اعادہ کرے۔ البحر الرائق میں وجہ اعادہ یہ لکھی ہے کہ دوسرے کی اقتدا کے سبب اس پر جہر واجب ہوگیا، اب اگر صرف باقی قرأت کو پکار کے پڑھتا ہے تو ایک رکعت میں آہستہ پڑھنا اور پکار کر پڑھنا جمع ہوجاتا ہے، حالانکہ یہ امر برا ہے اور اگر آہستہ پڑھتا ہے تو جہر کے واجب ہونے کے بعد آہستہ پڑھنا واجب کا ترک ہے، اس لئے اعادہ جہر سے ضرور ہوا۔ (غایۃ الاوطار)

شامی نے اس مسئلہ میں بہت قیل وقال کی ہے، جناب ذرا شامی کو ملاحظہ فرما کر تحریر فرماویں کہ شامی کا قول درست ہے یا غایۃ الاوطار کا اور جس صورت میں کہ اعادہ الحمد کا کیا جاوے گا تو سجدۂ سہو کیا جاوے گا یا نہیں اور اگر سجدہ سہو کیا جاوے گا، تو اس میں یہ خدشہ ہوتا ہے اس صورت میں اعادہ سورۂ فاتحہ کا بالقصد ہے اور سجدۂ سہو بوجہ سہو کے ہوتا ہے۔

مولوی عبدالشکور صاحب لکھنوی نے علم الفقہ میں سجدۂ سہو اس صورت میں لکھا ہے اور شامی کے قول سے بھی سجدۂ سہو معلوم ہوتا ہے یہ تو سورۂ فاتحہ کی بابت عرض کیا اور اگر کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہے اور بعد الحمد ختم سورۃ بھی کر چکا، اس وقت کسی نے اقتدا کی تو یہ کیا کرے، یا اگر بعد الحمد کے سورۃ پڑھنے میں اقتدا کیا تو کیا کرے؟

الجواب

میں نے شامی کو دیکھا عدم اعادۂ جہر بالباقی کے متعلق شامی نے یہ لکھا ہے:

وهو أسهل من لزوم الجمع بين الجهر والإسرار في ركعة، علىٰ أن كون ذلك الجمع شنيعًا غير مطرد لما ذكره في آخر شرح المنية أن الإمام لو سها فخافت بالفاتحة في الجهرية ثم تذكر يجهر بالسورة ولا يعيد، ولو خافت بآية أو أكثريتها جهرًا ولا يعيد (إلىٰ قوله) فدعوى أنه ضعيف رواية ودراية غير مسلمة فافهم. (۵۵۵/۱)(۱)

سو یہی میرے جی کو لگتا ہے اور شامی کی رائے بھی اسی کی ترجیح کی معلوم ہوتی ہے کہ بقیہ فاتحہ جہر سے پڑھ لے وبس، (۲) اسی طرح اگر سورت پڑھنے میں اقتدا کیا تو جس قدر قرأت اوپر پڑھنا چاہئے وہ جہر سے پڑھ لے اور اگر قرأت ختم کرنے کے بعد کسی نے اقتدا کیا تو اس قرأت کے کسی حصہ کا جہر واجب نہیں۔

۱۲/ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ۔ (تتمہ ثانیہ، صفحہ: ۹۹) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۵۰/۱-۲۵۱)

(۱) ردالمحتار، باب صفة الصلاة، فصل ويجهر الإمام، انيس

(۲) اور یہ سب اس وقت ہے کہ یہ شخص امام ہونے کی نیت بھی کرے، ورنہ اگر اب بھی اپنے کو منفرد سمجھتا ہے تو احکام امامت کے ان میں سے جہر بالقراءۃ ہے، اس پر واجب نہ ہوں گے اور مقتدی کی نماز بھی صحیح ہوجاوے گی کہ مرد مقتدی کی صحت صلوٰۃ کے لئے امام کی نیت شرط نہیں۔